اینجانب

خشلا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے

حضرت ہو کیا رہا ہے۔ رجب المرجب کا مہینہ ہے۔ شہر بھر میں کہیں کھانڈ کی روٹیاں بنا کر [illegible] رہی ہیں۔ اور تقسیم کی جا رہی ہیں۔ اگلے پچھلے بہو کے مردوں کا ذکر اذکار تو ہو۔ بعض نادار تھوڑی بہت شیرینی ہی سے کام چلا کر رہتے ہیں۔ خواہ مردوں کا تھوک میٹھا ہو یا نہ ہو جیسے بنے ویسے سامان کو [illegible] کر کے جا رہے ہیں۔ کوئی حضرت امام جعفر صادق کی نذر کے کونڈے کرنے کی فکر میں ہے۔ بھئی یہ مہینہ ہے تو مبارک۔ کہ ہزار کسے بہتوں کے بیڑے پار ہو جاتے ہیں مگر یہ پیر سے مرشد ہو گئے ہیں۔ کہ [illegible] کا نام نہیں لیتے۔ صرف [illegible] پر دن بسر کرتے رہتے ہیں۔ خسر الدنیا والآخرۃ مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ ؎

خبر ہے کہ ای فلاں - غنیمت شمار عمر
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اس مبارک مہینے کے آتے ہی مستورات میں رمضان شریف کی پیشوائی کی تیاریاں لگ رہی ہیں۔ جب کی چوتھی ہفتہ کو چوتھی۔ اوسی دن رمضان کی پہلی ہوگی [illegible] ہوا کرے۔ [illegible] کو کیا کرنا ہے [illegible] کہ جن کے گھر کہانے کو نہ ہو [illegible] خیال ہیں ان کو روزہ ضرور رکھنا چاہیے۔ کیونکہ روزہ [illegible] جس کے گھر کھانے کو نہ ہو [illegible] سحری میں ؎

بالعشی [illegible] کہنا اس کا

سبحان اللہ۔ رمضان شریف کا وہ غریب پرور مہینہ ہے۔ کہ گیارہ مہینے کے بہوکے [illegible] کو ایک مہینہ کا راتب کھانے کو اور ایک [illegible] روزہ رکھتا ہے گا۔ اور ہمارا امیر و غریب اپنی حیثیت اور [illegible] لذیذ [illegible] دسترخوان پر کھائے گا۔ [illegible] کے بعد شربت اور [illegible] آب بیچے گا۔ [illegible] رمضان کی مہمانی کے لئے ترستے

خشک حلوے رکھے جاتے ہیں گی۔

حفاظ کے لاکھ [illegible] رجب سے اپنے حفظ مراتب کی ترکیب میں جگہ جگہ دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ کوئی اپنے شہر کے امیروں کی مسجدیں تاک رہا ہے۔ کوئی رئیسوں کی بیٹھکیں جھانک رہا ہے۔ کوئی پر شہروں کی ٹٹول میں ہے جس شہر میں حافظوں کا [illegible] پہنچ گیا۔ گویا شہر کا شہر بخشا گیا۔ سچ ہے اللہ کے نفیس کلام کی برکت ہی ایسی ہے مگر لالچی حافظ جو جا بجا جگہ کی سائی لیگا۔ اور [illegible] اب اور نقدی سے دل و جیب پر کرے گا۔ اس کا اللہ ہی حافظ ہے۔ اجی بخشے جائیں گے اس کے دشمن۔ پہلے وہ آپ تو بخشا جائے۔ بھلا جو آنکھیں بند کر کے پڑھے۔ اسے کیا خاک سوجھے گا۔ ع

آنکھوں سے حیا ہے اور حیا سے ایمان

یہ حافظ اپنے لیے دینے کے لئے بشیخہ کی ترکیب میں زبان کی طرح بھی دوڑا دیتے ہیں۔ اور پھر جہاں سامع حافظ نہیں ہر سی پارہ کا ایک ایک رکوع پڑھا اور قرآن شریف ختم۔ جب کہ حافظ ہی حقنا ہو رہے ہیں۔ تو سننے والا کون۔ اللہ میاں۔ تماشا یہ پر لڑکے کون فرید خان۔ جہاں پیشہ پھیری۔ اور ہم نے کہا جاؤ تمہارا ایمان۔ ہمارا ایمان تو قرآن ہے جس بدنصیب اندھے حافظ کے پیچھے رکھیں پڑ گیا۔ اس کو حنیف بنا کر یا جوئے شیر لانا ہو گیا۔ لیجئے روٹی کہائی۔ دن ہلا گئے۔ کپڑے پہنے گھر کو آ گئے۔ اللہ اللہ خیر سلا

لو بھئی اندھو۔ ساون آیا

برسات کا دلکش موسم۔ دلفریب سمان ہے۔ بادہ خواروں کے لئے سرور افزا عالم ہے۔ ساون کی کالی کالی گھٹائیں گھٹا ٹوپ اندھیرے کے چھائی ہوئی ہیں۔ سر و شمشاد ہوا کے جھونکے۔ جھولے کی پینگ بڑھے کی آنکھیں پڑہانے کو ستانا جا لیں دکھا رہے ہیں۔ مخانے کی ہی نازنین کی کمر کی لچک کہا رہی ہے۔ میخواروں نے تو شکن جام بھر لئے ہیں۔ ساون آتے ہی وہ چھینٹے ایسے پڑے کہ اندھوں کو بھی ہرا ہرا سوجھنے لگا۔ ابھی چند روز ہوئے بجتے کہنے لگے تھے کہ کال پڑنے والا ہے۔ کالے کالے سب کال کر جائیں گے۔ احمقوں کی سمجھ میں بھی آ گیا تھا کہ [illegible] آسمان کے بادلوں میں پانی نظر آتا تھا۔ نہ زمین کے کنوؤں میں۔ ان

یاران ہمدم قالب

شفیق من جناب ایڈیٹر صاحب۔ تسلیم
عرصہ سے میں اخباری دوستوں کے علاوہ اپنے احباب دیرینہ سے بھی بوجوہ چند محروم الملاقات ہوں۔ افسوس صد افسوس کیا کہا جائے۔ فلک تفرقہ پرداز کے ہتھکنڈے سے مشہور ہیں۔ خیر جو مرضی مولا از ہمہ اولا۔

بقول حضرت دادا صاحب مرحوم و مغفور یہ شعر

دیکھیں گے سب رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے

آپ کے اخبار گوہر بار کے وسیلہ سے بہزار جوش شوق و ذوق اپنے جملہ دوستوں سے ملاقات کا طالب ہوں۔ نیز اسی ضمن میں اپنی دو قطعہ غزلیں بھی ناظرین کی تفریح طبع کے لئے ارسال کرتا ہوں۔ براہ نوازش اخبار ہذا کے کسی کالم میں درج فرما کر مشکوری کا موقع دیا جائے فقط

راقم۔ سید لشکر اور آرام

(نوٹ) جناب غزلیں بشرط گنجائش طبع ہوں گی۔ مگر مضامین متین و ظریف ضرور ارسال فرمایئے تاکہ طبع ہو سکتے ہیں۔ یا ظریف غزلیں ...

کلام بیکل

خدا کرے بت کمسن بھی ہمیں بھی کوئی | مس اک حسین کیساتھ ہمیں بھی کوئی
تجھا میں دلبر کراچی کے سیر مواقع میں | مگر ولایتی انجن سے ہمیں بھی کوئی

حسین سا کوئی دیکھو میں۔ پری کہہ | اور ایک عاشق گستاخ مری کہہ
یہ دل ہی تو ہے۔ کوئی سامنے ہی کیوں آئے | ہزار بار چلے اور چلے۔ کبھی کہہ دو

جگر میں درد ترا۔ دل میں آرزو تیری | زبان پہ گفتگو۔ آنکھوں کو جستجو تیری
ترے کلام میں ہے۔ سحر سامری کا اثر | دلوں کو صاف اڑاتی ہے ایک چیز تیری
یہ طفل اشک بھی جنجال تھی کا مرغ ہیں | انہیں گرا تجھے اے ضبط آبرو تیری

دیری گذریا کہ آنریبل ... کے ہاں آنریری مجسٹریٹ ہو گئے

بمبری تجا ئے۔ خواہش یہ سے مشابہ ہم گھر کا دستکاری ... اپنا ہی کام ہے

دل لگی کے کرشمے دیکھئے

یہ بھی تجربہ میں نہیں آیا کہ آجکل اولاد کا جانا کیسا ہو رہا ہے۔ کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نظر نہیں آتا جہاں لفظ بازی کے شگوفے نہ کھلتے ہوں۔ خدا جانے زمانہ کا رنگ بگڑ گیا ہے یا کوئی اور آفت ہے کہ آنکھ مچولی کی داستانیں پڑھنے اور شہرت سنی جاتی ہیں۔ ... کلاں ... کا واقعہ ہے ... کے ... میں ایک ... کی بیوی کی ایک کمہار سے آنکھ لڑ گئی۔ آنکھ کے لڑتے ہی دل لگنے لگے۔ دونوں ... کے ... ہے۔ ... دن پھر دو کان کرتا تھا۔ ... کبھی کمہار ... رات کو گھر آتا۔ ... جب کبھی ... کی یاد آجاتی تو ... پہلے۔ کمہار ... کو ... تو اس نے ... کمہار ... بول کر ... آئی تو ... سے اپنے ... کو گھر ... اور تجارت داری میں مصروف ہوئی۔ کیونکہ اس روز ... دکان ہی پر تھا۔ گھر ... آیا تھا۔ ... دیکھتا ہے ... کی مردہ پڑی ہے۔ اور وہی پلنگ پر اس کی بغل میں کوئی بغل گیر ... بھی مردہ پڑا ہے۔

اس کے بعد بندہ کی ترکیب ... کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ دونوں میں ... رات دن ... سے ادا ... ہوتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ... بیٹھ گیا۔ کہ ... بھی ... سے کی اور اس کے آشنا کا جنازہ بھی ... پڑا ... سر ... ۔ ... کو شغل ... گیا کہ

عاشق کا جنازہ ہے ... دھوم سے نکلے

حسن و عفت کی دیوی

مثل مشہور ہے کہ چور جب چال کو اپنی کی اس کا چلن بگڑا۔ بالکل وہاں سے انگریزوں کا روشن خیال آتے پڑھ اسکے مزے میں جا کے تو بچتے اور بعد علیحدگی ہی دو کی رنگ زبان سنانے کی فکر کرتے چنانچہ ایک اسکولی جوان کو شیطان نے جو اکسایا تو وہ ایک حسن کی دیوی پر بیٹھ عاشق ہو گیا۔ اور لڑکی اس کے گھر کے پڑوس میں تھی۔ کیونکہ وہ یہ سمجھے ہوئے تھا کہ یہ ان قدرت ڈالنے سے محبت کے پیچ پڑ جائینگے لیکن اسے اسکی خبر ہی نہ تھی۔ کہ وہ حسن کی دیوی عفت و عصمت میں بھی اپنے حسن کی طرح لاثانی ہے۔ ایک دن مزے میں جا کر تو دم سے اس کے گھر میں جا کودا۔ وہ اس آفت ناگہانی کے نازل ہوتے ہی بیان پر تل گئی۔ اور حفظ ناموس اور محافظت جان کے لئے بدکو جلا بیشتر میں مر جانا یا اس پر حملہ آور ہوئی۔ اس خیال پر اس کا رعب ایسا غالب ہوا۔ کہ اس نے پہن تکمیں نہ کی۔ وہ شکست خوردہ ہونے کی وجہ سے بزدلانہ اور بے کردی جیسی نہ سکے۔ اور وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اس واقعہ کی پولیس کو رپورٹ ہوئی۔ اس لڑکی کو مجسٹریٹ کی اجلاس میں پیش کیا اور مجروح کو شفاخانے بھیجا۔ لڑکی سے پوچھا گیا۔ تو اس نے بیان کیا کہ مجروح میرے مکان میں اچانک شب کے وقت آ دبکا۔ اور میں نے اپنی جان بچانے کے واسطے اس پر حملہ کئے۔

مجروح نے بھی جو دو روز بعد ہسپتال میں مر گیا۔ اپنے آخری بیان میں بھی واقعہ ایسا ہی بیان کیا۔ جو لڑکی نے بیان کیا۔ عفت شعار لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ جو حفظ ناموس کے لئے جان پر کھیل جاتی ہیں اور لیست ہمت النفس پرستوں کا مردانہ وار منہ پھیر دیتی ہیں۔ ان پر شاباش ہے۔

مرا قصہ دہلی اور والا ۔

آدمی

محتاج آدمی ہے سو لاد آدمی ہے۔ منشی۔ وکیل۔ ناظر۔ مختار آدمی ہے
پھر آدمی ہے جو بنا آدمی ہے۔ گستاخ آدمی ہے۔ ستار آدمی ہے

دیکھا جو ہم نے سب کچھ اے یار آدمی ہے

جو صدمہ تو کہا رہا ہے۔ وہ بھی تو آدمی ہے۔ جو زر شمار رہا ہے۔ وہ بھی تو آدمی ہے
جو دکھ اٹھا رہا ہے وہ بھی تو آدمی ہے۔ جو صدمہ پا رہا ہے۔ وہ بھی تو آدمی ہے
مجروح آدمی ہے۔ بیمار آدمی ہے

پیر اور مرید مرشد ہر ایک آدمی ہے۔ محسود اور حاسد ہر ایک آدمی ہے
عمرو۔ زید و خالد ہر ایک آدمی ہے۔ حمال و بیک قاصد ہر ایک آدمی ہے
محکوم آدمی ہے۔ سردار آدمی ہے

جو شکل و خوبصورت والا وہ آدمی ہے۔ سلطان آدمی ہے اور شاہ آدمی ہے
بے جاہ آدمی ہے۔ ذی جاہ آدمی ہے۔ مستغنا آدمی ہے۔ دلخواہ آدمی ہے
محبوب آدمی ہے۔ دلدار آدمی ہے

کیا ڈاکٹر کلکٹر کیا ہیڈ کا صاحب۔ کیا ناظر اور دیوان تحصیلدار صاحب
صدر الصدور منصف سب جج ہے نہ رفیقا۔ کیا تھانہ دار صاحب کیا نو بد رختا
منصف۔ غریب پرور۔ سرکار آدمی ہے

اس آدمی کا جلوہ سارے جہاں میں ہے۔ اس آدمی سے رونق ہر اک مکان میں ہے
اس آدمی سے دنیا امن و امان میں ہے۔ کوئی ہے جو جا کرتا کوئی اذان میں ہے
بیدار آدمی ہے۔ دیندار آدمی ہے

کوئی ہے غول گردہ اور کوئی رہنما ہے۔ اچھا بیان ہے کوئی اور کوئی بیان برا ہے
ہے اوڑھے شال کوئی اور کوئی بے ردا ہے۔ اک کہہ رہا ہے حضرت اک بیکس گدا ہے
محتاج آدمی ہے۔ مختار آدمی ہے

رونق ہے دم سے جس کے اس آدمی کے دم سے۔ خنداں کوئی خوشی میں روتا کوئی ہے غم سے
وہ آدمی ہے کشتہ جو ہو گیا ہے ستم سے۔ جو گرتا ہے زمین میں وہ بھی ہے آدمی سے
بیجان آدمی ہے۔ جاندار آدمی ہے

ہے آدمی پیمبر آدمی ولی ہے۔ یہ آدمی ہے سرور اور ادرت کی ہو ولی ہے
ہیں آدمی محمد سا آدمی علی ہے۔ ستر خفی بھی ہے اور نکتہ جلی ہے
عباس لفظ نادر گفتار آدمی ہے

سید اقتدار عباس - از بستی - ضلع اعظم گڈھ

حضرت حیران ناولسٹ

تیرے لبستان کا پیار کیا کہنا۔ ہیں بہشتی انار کیا کہنا
وصل میں آن کا پیار کیا کہنا۔ میرا بوس و کنار کیا کہنا

اُس گلی کی بہار کیا کہنا ۔ باغ جنت ہے خار کیا کہنا
نہ سُنا حال زار کیا کہنا ۔ اے تغافل شعار کیا کہنا
مجھ سے گو خفا ہے اور میں ساجون ۔ میری قسمت کا یار کیا کہنا
کہاں بیٹھا ہے کس پہ ریجھا ہے ۔ دل ناکردہ کار کیا کہنا
غیر جیب جیب کے مجھ سے ملتے ہیں ۔ لطف پروردگار کیا کہنا
مجھ گنہگار کو بھی بخشدیا ۔ رحمت بے شمار کیا کہنا
وہ بھی آخر کو ہو گئے بیتاب ۔ اے دل بے قرار کیا کہنا
تجھے ٹھوڑی کی اُسلیں مزا ہے ۔ خوب کھیلا شکار کیا کہنا
شیخ صاحب چھپا کے حجرہ میں ۔ بو رہا شراب کیا کہنا
مجھ پہ شوخ پردہ پردہ میں ۔ خوب کرتی ہے وار کیا کہنا
غیر بن کر وہاں گئے حیراں ۔ خوب سوجھی ہے یار کیا کہنا
اُس گل بے خزاں کی اے حیراں
خوب لوٹی بہار کیا کہنا

ہم اور کرنال

عاشقوں کی جان معشوقوں کی آن۔ ظرافت کی کان۔ لطافت کا پان۔ والا نے شان۔ مولانا دلی جیخ بہادر۔ دھن دھن دہنا نانا۔ ارے ہاں مولانا جیخ صورت کون۔ آسمان ہمارے مہربان مسٹر این۔ ڈی جیمبٹ خان۔ کہئے قدردان اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے۔ رحمت ترسے کی رہا تم ہی ترسے کا ہٹہ کے الو ہی ہو رہے ایجناب کی مزاج پرسی۔ نہ تشریف آوری کی شبا رکبا دی۔ علاوہ ازین اینجانب یہاں گھنٹے بہرت گزرے ہوئے سلامی کا مینہہ برسا رہے ہیں۔ آپ ہیں کہ گو گمراں کا گرد کہاسے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یار تم نے بھی تو غضب کیا۔ کہ یاروں کی بزم طریقت سے ایسے دور تھے کہ جیسے ٹوپی جنگالیوں کے سرسے۔ یا مفلس دولتمند سے یا جیسے بی اللہ رکھی کے پاس سے وفا۔ اور بی قیصرن کے پاس سے حیا۔ یار! اتنے دنوں سے کہاں غت ربود تھے۔ واہ یار کیا پوچھتے ہو۔ دادا جان کی لنگوٹی جان کی قسم ایسے عدیم الفرصت تھے۔ کہ جیسے چار بجے سے بارہ بجے تک کرنال کے مردم شماری کے دفتر کا ملازم کا سر کاوت اب ذرا حضرات کے چشمارا ہوا۔ تو آنجناب کے در دولت پر حاضر ہوا۔ آجکل اینجانب نے بھی زمانہ کا رنگ ڈھنگ سا اور تجھے بیٹھوں کو برسر شباب دیکھکر اپنا بھی رنگ بدل ڈالا۔ بیچ اعلیٰ شاہ نقشہ کے زیر سایہ آن پڑے۔ اب بھی نہیں بچے تو یوں سمجھے کہ کرنال تشریف لے آئے۔ سنئے کچھ بات چیت سنائیے۔ کچھ سنیئے۔

بی شیرین جان آجکل بیرینہ یہاں ٹیکیتی رہی اپنی کاٹیڑ ہی جلی ہیں۔ جس وقت چاولڑی کی بازار میں کرتے ہیں سر شام یا کسی شہر سے ٹھیک ٹھاک ہوا دکھیڑوں سے فارغ البال۔ بیچے تماس کی شب لباب سے بچین ہوجاتی ہے۔ سونے کی جتنی ہیں تو اپنے تمکین بال اوس کی بچھے لگتی ہیں۔ اوحسن کی آب و تاب کو زہرہ و مشتری سے مقابلہ کرنے لگتی ہیں۔ بی اللہ رکھی جن کو اللہ قائم رکھے اپنے سرود تہرا سے بہت نازاں ہیں۔ اللہ کے فضل سے بی صاحبہ مردم شناس اول درجہ کی ہیں۔ برحسب حیثیت اپنے چاہنے والوں کو سرٹیفکٹ دیتی ہیں جس کی یاد تمام عمر ان کو رہتی ہے۔ جن صاحب کو ضرورت ہو جاکر قدم بوسی حاصل کریں۔ اور سرٹیفکٹ شاہی ذاتی لے آئے۔ اہم سے جدا کیا بہتر ہے) سے سرفراز ہوں۔

بی چھوٹی جان کرنال والی خوش الحانی میں یکتا ئے شہر سمجھی جاتی ہیں۔ جس وقت گلا پھاڑ کر ٹھمری یا سر نکالتی ہیں اور کرچک کر الاپتی ہیں تو واللہ بادشاہ تان سین خاں کی لاش کو قبر میں تھرا دیتی ہیں۔ اور اپنے چاہنے والوں کو ایک ہی جھنجھری میں جھنجھوڑ ڈالتی ہیں۔ امان یار تم نے تو غضب کیا۔ بات چیت سنائی یا ان معصوم اور بے گناہ بھوں کا آگا پیچھا لے ڈالا۔ یا نیلام پر چڑھا دیا۔ یا کچا چٹھا کھول ڈالا۔ ترقرق۔ واقتیلاہ استاد اوچھتے ہیں۔ کہو یار گنگ شیخ حیا شیر ملاقات ہو گی۔

سلی قصہ وہی مجرا نا مہربان۔ این ڈی جیمبٹ خان بنگاکر۔

حضرت عاشق فتحپوری

جلیباجو کیوں نہ تحریر عاشق کیا ناک ہے بایم تو شیخ کی کس شعر کی اعلائی ہے ضد اہاسے وہ مشکلین کر دستگیر لوا کو وجب ستدی کس کی طرف کو موافق کر دل جا بھکے ہے کیا وہاں اپنا ایا بتیرنگ ہی زرہ گئی وہ صدیاں جب سے خیال کر ملاقات کیسے اندیشہ پیار کرتا ہے وہ مجلسان تمام نقشہ اور طبیعت کی بیکاری عہد کی حیرت انگیزی ہے شب اعتنا تب مرے اب دستی لٹکو کر شفا بیان کو